OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2024 PP: 13-25

برنارڈلیوس کے سیرت النبی ﷺ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

A critical Analysis of Bernard Lewis's objections on the biography of the Holy Prophet

Published: 20-06-2024
Accepted: 10-06-2024
Received: 10-05-2024

Dr. Muhammad Junaid Anwer
Lecturer, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur
Email: junaidanwar@iub.edu.pk

Dr. Muhammad Talha Hussain
Lecturer, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur
Email: talha.hussain@iub.edu.pk

Abstract

The subject of Sirat al-Nabi is being objected to by Orientalists due to its breadth and effectiveness. Orientalists and Western critics have presented objections to Sirat al-Nabi in different ways in every era. Bernard Lewis was a famous Orientalist of the recent past. He was an American historian of Judaism who specializes in Oriental studies. Islam and the Muslim world have been a particular subject of his scholarly interest. He has also tried to shed light on the current relationship between the Islamic world and the West. He criticized and raised objections on various aspects of the blessed biography of the Prophet in the context of Islamic civilization. In this article, some of the objections raised by Bernard Lewis on the Prophet's biography will be examined on a scientific basis.

Keywords: *Bernard Lewis, Seerat al Nabi, Orientalists, objections.*

CC BY

تمہید

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور فلاح کے لیے ہر دور میں انبیاء ورسل مبعوث فرمائے۔ انہوں نے جس دین کے احکامات لوگوں کو سمجھائے وہ اسلام تھا اور اسی دینِ اسلام کی تکمیل کے لیے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ ﷺ نے سابقہ مذاہب کی تائید و تصدیق کی اور ان میں تحریفات کی اصلاح کی۔ اب انبیاء کرام علیہ السلام کی بعثت کا سلسلہ تاقیامت منقطع ہوگیا ہے اور اسلام کو بطور دین تمام جہانوں کے لیے لازم ٹھہرادیا گیا ہے۔ روزِازل سے ہی اسلام کو ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کا سامنا رہا ہے۔ کفر ہر دور میں باطل عقائد و نظریات کی بنیاد پر اسلام کے مقابل قدم جمانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ دورِجدید میں مغربی فکر و فلسفہ کے سامنے اسلام کی عمارت مضبوط دلائل و نظریات کے ستونوں پر کھڑی ہے۔ انسانی عقل و شعور خواہ ترقی کی کتنی ہی منازل طے کرلے، قرآن وسنت کے فطری قوانین کا متبادل پیش کرنا ان کی حدود و دائرہ سے بالاتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کا اعجاز ہے جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰي وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ [1]"

وہی ہے جس نے اپنے رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرک برا مانیں۔

صلیبی جنگوں میں ناکامی کے بعد یہود و نصاریٰ نے اسلامی تعلیمات کو متنازعہ بنانے کے لیے باقاعدہ استشراقی تحریک تشکیل دی۔ رسول اکرم ﷺ کی شان میں جس دریدہ دہنی اور کذب و بہتان کا سلسلہ شروع کیا گیا، اس کی آخری اور مضبوط شکل مستشرقین کا وجود میں آنا ہے۔ عصرِحاضر میں مغربی مستشرقین کی طویل لڑی میں برنارڈلیوس مشہور و معروف مستشرق ہے۔ برنارڈلیوس امریکی شہری ہے۔ برنارڈلیوس یہودیت کا پیروکار امریکی تاریخ دان ہے جس کا اختصاص استشراقی علوم میں ہے۔ اسلام اور مسلم دنیا اس کی علمی دلچسپی کا خاص موضوع رہے ہیں۔ لیوس نے موجودہ اسلامی دنیا اور مغرب کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ برنارڈلیوس نے جدید اسلامی دنیا سے متعلق مختلف موضوعات پر متعدد مضامین لکھے جو ماضی قریب میں مسلم دنیا کے تیزی سے بڑھتے ہوئے حالات کے گہرے جائزے پر مشتمل ہیں۔ برنارڈ اپنے نزدیک قائم شدہ ایک مسلمہ بنیاد یا مفروضے سے سیرت کے مختلف پہلوؤں کو جدید مغربی نقطہ نظر پر پرکھتا ہے۔ برنارڈلیوس، ایک معروف مغربی مورخ، نے برنارڈلیوس اسلامی تہذیب و تمدن کے ضمن میں سیرت النبی پر متعدد اعتراضات اٹھائے ہیں۔ اُن کا استدلال ہے کہ سیرت النبی کے مختلف پہلو تاریخی روایات کے معیار پر پورا نہیں اترتے۔

سابقہ کام کا جائزہ

برنارڈلیوس کے علومِ اسلامیہ کے مضامین پر مختلف جہات سے عربی اور انگریزی میں مندرجہ ذیل تحقیقی کام تحریر کیے جاچکے ہیں:

۱۔منهج المستشرق برناردليوس فى دراسة الجوانب الفكرية فى التاريخ الاسلامى (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) مقالہ نگار: ڈاکٹر مازن صلاح مطبقانی۔ نگران مقالہ: محمد خلیفہ حسن احمد۔ جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية كلية الدعوة، مدینہ منورہ، ۱۴۱۴ھ

۲۔ ڈاکٹر مازن صلاح مطبقانی نے اپنی تصنیف" الاستشراق والاتجاهات الفكرية في التاريخ الاسلامی لیوس"[2] میں برنارڈلیوس کے اسلامی تاریخ اور دیگر موضوعات کے منہج پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

محمد سمیع اللہ نے اپنے مقالے *The Contemporary Western approaches towards Radical Islamic Movements (The case of Bernard Lewis and J.L Esposito)*[3] میں اسلامی تحریکوں پر مغربی نقطہ نظر بالخصوص برنارڈلیوس اور جے ایل۔اسپوسیٹو کو موضوع بحث بنایا ہے۔

اردو میں تحریر کی جانے والی تصنیف 'مغرب اور اسلامی بنیاد پرستی'[4] میں ڈاکٹر محمد ارشد نے چار مشہور مستشرقین کے افکار وخیالات پر تبصرہ کیا ہے جس میں برنارڈلیوس کا مضمون شامل ہے۔

منہج تحقیق

مقالہ کی تیاری کے لیے تنقیدی وبیانیہ طرز تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔ در حقیقت لیوس کی سیرت سے متعلقہ آراء پر تجزیہ سے قبل ان مصادرِاسلامیہ کا تذکرہ ضروری ہے جن کے تناظر میں لیوس کے شبہات کے رد میں معاونت حاصل کی گئی ہے۔پہلا مصدر قرآن مجید اور تفاسیر ہیں ۔دوسرا مصدر سنتِ نبویہ ہے ان احادیث پر اعتماد کرتے ہوئے جن کی محدثین سنداًاور متناًانتہائی گہرے نقد کے بعد توثیق کی ہے۔سیرت کا جو موضوع معتبر کتبِ احادیث میں ہے اس پر اعتماد کرنا ضروری ہے اور اسے کتب مغازی اور عام تاریخی روایات پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ان پر اعتبار کرنے کی ایک واضح دلیل محدثین کی جدوجہد ہے جو انہوں نے حدیث کی سند اور متن کے اعتبار سے چھان بین کے حوالے سے کی ہے،اور یہ باریک بینی صرف کتبِ احادیث کا حصہ ہے۔ تیسرا مصدر اسلامی تاریخی کتب ہیں جو کہ امام طبری،ابنِ اثیر اور ابنِ کثیر ہیں۔اس کے علاوہ دیگر اسلامی مصادر جن کا تعلق مختلف موضوعات سے ہے اور لیوس کے مفروضات کی تردید کے لیے ان مستشرقین کی معتدل آراء پر اعتماد کیا گیا ہے جنھوں نے سیرت کو موضوع بحث بنایا۔

برنارڈلیوس۔ شخصیت وحالات

برنارڈ لیوس کا شمار مشرق وسطی میں اسلامی تاریخ کے وسیع پیمانے پر پڑھے جانے والے ماہرین میں ہوتا ہے۔ مغربی پالیسی سازوں نے ان کے مجوزہ مشوروں کا کثرت سے خیر مقدم کیا ہے۔اپنے ساٹھ سالہ کیرئیر کے دوران،وہ اسلام اور مشرق وسطیٰ کے حوالے سے مابعد جنگ کے دور کا سب سے زیادہ اثرورسوخ رکھنے والے تاریخ دان تھا۔برنارڈ لیوس کے اسلوبِ بیان نے اسلامی تاریخ کو ایک وسیع پیمانے پر یورپ اور امریکہ میں عام عوام تک پہنچایا۔جدید دور کی مسلم دنیا کے بارے میں ان کی تحقیقات نے دنیا کو مشرق کی شاندار تہذیب وثقافت کے وسیع ذخائر سے آگاہ کیا۔جدید تاریخ میں اس کے مطالعے نے مغرب کی اقدار اور طاقت سے مقابلہ کرتے ہوئے مسلم عوام کے اندرونی مکالمے کو قابل فہم قرار دیا ہے۔ لیوس کے کام میں،اسلامی تاریخی علوم کی آزادانہ روایت اپنے عروج کو پہنچیں۔ لیوس کو عصرِحاضر کی استشراقیت کا ترجمان بھی کہا جاسکتا ہے، جس کا زور فلسفہ،ثقافت اور مذہب پر ہے۔ در حقیقت یہ ایک برطانوی امریکی تاریخ دان تھا جس کا اختصاص استشراقی علوم تھا۔ وہ ایک عوامی دانشور اور سیاسی مبصر کے طور پر زیادہ

مشہور تھے۔برنارڈ لیوس ۳۱ مئی ۱۹۱۶ء کو لندن میں پیدا ہوا۔[5] (پرنسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر آف ایمریٹس رہا۔ اس کی مہارت اسلامی تاریخ اور اسلام اور مغرب تعلقات کے حوالے سے تھی۔ علمی حلقوں میں اس کی ایک بڑی پہچان سلطنتِ عثمانیہ پر کیا گیا اس کا علمی و تحقیقی کام ہے۔)''۱۹۹۰ء میں ہی اسے امریکہ کی وفاقی حکومت کے سب سے بڑے اعزاز (جو ہیومینٹیز humanities کے شعبے میں دیا جاتا ہے) کے لیے منتخب کیا گیا جس کا نام ''جیفرسن لیکچر'' ہے۔ اس کے دیئے گئے لیکچر کا عنوان تھا: ''Western Civilization A view from East'' یہ لیکچر اضافوں اور تصحیح کے بعد ماہنامہ ''دی اٹلانٹک'' میں (The Roots of Muslim Rage) کے عنوان سے شائع ہوا۔''[6] برنارڈ لیوس نے پرنسٹن سمیت مغرب کے تقریباً تمام معتبر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھایا، جہاں وہ اپنی زندگی کے آخر وقت تک پروفیسر رہا اس کے طلبا اور مداحوں نے خطے کی تاریخ کی وسعت اور اس کے مقابلہ میں جدید چیلنجوں خصوصاً عسکریت پسندوں، مذہبی تنظیموں اور دہشت گرد گروہوں کے تجزیہ کے لیے اس کی خدمات کو سراہا۔ اپنی زندگی کے دوران، لیوس نے 30 سے زیادہ کتابیں اور متعدد مضامین لکھے اور متنازعہ جملہ ''تہذیبوں کا تصادم'' تیار کیا، جسے ایک اور مشہور عالم، سموئیل ہن ٹنگٹن نے مقبول کیا۔ برنارڈ لیوس کا تحقیقی آرٹیکل جو قرون وسطیٰ میں اسلام کے ارتقائی دور سے متعلق تھا، بہت سراہا گیا اور اسے اپنے موضوع پر کم از کم تیس سال دقیع کام کا درجہ حاصل رہا۔[7] تاریخ یہودیت پر بھی اس کا کام بہت اہم پہلو رکھتا ہے اور بحثیت یہودی ان کی تاریخ میں دلچسپی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس نے متعدد مقالے تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں اسلام اور یہودیت کے درمیان تعلقات پر لکھے۔[8]

برنارڈکی کتاب The Arabs in History[9] لندن سے ۸۴،77،81، 1975 اور 1970ء میں درجہ بدرجہ شائع ہوئی۔اس کتاب کے مختلف زبانوں میں تراجم کیے جاچکے ہیں۔ عربی زبان میں اس کا ترجمہ ''العرب فی التاریخ'' کے نام سے نبیہ امین فارس اور محمود یوسف زاہد نے کیا ہے جو دارالعلم للملایین (بیروت) سے شائع ہو چکا ہے۔ کتاب کے پانچ ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے جن میں بعض اضافے اور جزوی تبدیلیاں بھی کی گئی ہیں۔ لیکن ان تغیر و تبدل کے باوجود کتاب کے نفسِ مضمون میں کوئی اہم تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

کتاب کے ابتدایہ میں برنارڈلیوس صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ اس کتاب کا مقصد عرب کی تاریخ لکھنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد عرب کی تاریخ سے متعلق اپنی تعبیرات کا مجموعہ پیش کرنا ہے اور اپنا نقطۂ نظر واضح کرنا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> "*This is not so much a history of the Arabs as an essay in Interpretation.*"[10]

(یہ کتاب عربوں کی تاریخ سے زیادہ (تاریخ کی) ایک تعبیر ہے۔)

مؤلف بیان کرتا ہے کہ کتاب کو عام قارئین کی سہولت کے لیے تسلسل میں لکھا گیا ہے جس میں حواشی، بین السطور

حوالوں اور دیگر کتب کی طرف مراجعت کرنے کی تجاویز یا حاشیوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ مصنف نے کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست دی ہے جس میں شامل تمام کتب یورپی مستشرقین کی ہیں جنہوں نے اسلامی تاریخ پر نمایاں تحقیقات کی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برنارڈ بظاہر تو مسلمانوں اور اسلام کی تاریخ پر قلم آزمائی کرتا ہے لیکن اس مقصد کے حصول کی خاطر وہ شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی مصادر کی بجائے یورپی مستشرقین کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔ یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ لیوس نے اکثر موضوعات پر انہی مستشرقین کے منہج تحقیق کو اختیار کیا ہے جس میں سب سے نمایاں قرآن کریم سے متعلق شکوک و شبہات کو ابھارنا ہے، اس کام کے لئے برنارڈ نے دیگر الہامی کتب سے استدلال کیا ہے۔ اسی طرح حدیث کی صحت کے معاملے میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور علماء حدیث کے منہج کو تنقید کا موضوع بنایا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے برنارڈ لیوس کا منہج

یہ بات مشہور ہے کہ لیوس نے سیرت النبی ﷺ پر کوئی خاص تخصص نہیں کیا اور نہ ہی کوئی مستقل بحث تحریر کی ہے، لیکن اس کی کتاب The Arabs in History میں سیرت النبی ﷺ کے ابتدائی پہلوؤں پر معلومات کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ سیرت کے حوالے سے برنارڈ لیوس کا منہج یہ ہے کہ وہ اپنے نزدیک قائم شدہ ایک مسلمہ بنیاد یا مفروضے سے اپنے نظریات کو پرکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سنت میں (سیرت کے حوالے سے) جو تھوڑا بہت ذکر آیا ہے اسے وہ جدید مغربی نقطہ نظر پر پرکھتا ہے لیکن لیوس اپنے منہج میں یہ واضح کر پاتا کہ مغربی نقطہ نظر کس طرح اس نظریے کو منہدم کر سکتا ہے جو صحیح سنت نبوی سے ثابت ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کے مطابق یہ بات واضح ہے کہ لیوس مشہور مستشرق گولڈ زیہر کے افکار سے متاثر ہے تو لازماً اس نے سنت نبویہ کے حوالے سے بھی گولڈ زیہر کے افکار سے اثر لیا ہو گا۔[11]

لیوس نے اپنے منہج میں گولڈ زیہر کی آرا کو اختیار کیا ہے اور اس بات کا اہتمام نہیں کیا کہ وہ مصطلحات حدیث کے ماہرین کی آراء اور ان کے منہج کا مطالعہ کرتا۔ اس حوالے سے لیوس کے منہج کی ایک اہم بات یہ ہے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ احادیث میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے قلیل مواد ذکر کیا گیا ہے۔ یہ محض اس کا گمان ہے اور اس کے پاس اس پر دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔ سنت تو اسلام کی عملی تطبیق کا نام ہے۔ اور علما سنت نے ہمارے سامنے حیات طیبہ ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل عرب کے عمومی حالات سے لے کر حضور سرورِ کونین ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا گوشہ گوشہ محفوظ ہے۔ سیرت نگاروں نے رسول کی سوانح حیات کو محفوظ اور منتقل کرنے کے لیے بھرپور دلجمعی سے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

قبل از بعثت سیرت النبی ﷺ پر برنارڈ لیوس کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

تاریخ ولادت میں شبہ

رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے متعلق برنارڈ اپنی رائے پیش کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

"*The prophet seems to have been born in Mecca between AD 570 and 580 in the family of Banū Hāshim*"[12]

ایسا لگتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ۵۷۰ عیسوی اور ۵۸۰ عیسوی کے درمیان مکہ میں بنو ہاشم کے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔

مستشرقین کا المیہ ہے کہ ان میں اپنے ہی پیش رو اور ہم عصر مستشرقین کی آراء میں تضادات کی واضح جھلک نظر آتی

ہے جس سے ان کے غیر تحقیقی اسلوب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے سنِ ولادت میں ۵۷۰ اور ۵۸۰ عیسوی میں تذبذب پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ مستشرقین کی کچھ تحقیقات کے مطابق آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ۵۷۰ عیسوی میں ہوئی اور کچھ کے بقول ۵۸۰ آپ ﷺ کا سنِ ولادت ہے۔

> *"The first period of the exact date of Mohammad's birth is unknown. Caussin de Perceval calculates that the date was August 20, A.D.570.*[13] *According to Sprenger it was April 13, A.D.571"*[14]

اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ مستشرقین کا ہدف بہت خطرناک ہے۔ اس کی شدت و نزاکت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف و اضطرابات کے نتائج بہت خطرناک ہیں۔ جہاں تک پیغمبر اکرم ﷺ کی ولادت کی تاریخ کے بارے میں عدم تجدید کا معاملہ ہے تو یہ واضح ہے کہ لیوس نے اسے اپنے مقابل مستشرقین سے اخذ کیا تھا۔ ان میں لامانس اور کارل بروکلمان شامل ہیں۔ کارل بروکلمان کے مطابق آپ ﷺ کی ولادت ۵۸۰ عیسوی میں ہوئی۔[15]

اگر اس بات کو قبول کرلیا جائے کہ ولادتِ نبوی 580 عیسوی میں ہے تو ان کی عمر نزول وحی کے وقت 30 سال کی ثابت ہوتی ہے اور یہ ان کی نبوت کے دعوے میں شک ڈالنے کے مترادف ہے نیز یہ بیان اس بات میں بھی شک ڈالتا ہے کہ انبیا علیہ السلام کو بعثت چالیس سال کی عمر میں ملتی ہے۔ مزید یہ کہ ولادتِ نبوی کے سال میں تاخیر کو مان لینے کا مطلب اسلامی تاریخ کے واقعات میں دس سال کی تاخیر کو قبول کر لینا ہے اور یہ اسلامی تاریخ کے آنے والے واقعات کی ترتیب میں تشدید اختلاف و التباس کا سبب ہے۔ برنارڈ جو استشراق کے جدید کے اسلوب سے واقف ہے اور پھر بھی اپنی کتاب میں تاریخِ ولادت کے ضمن میں بے یقینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیش رو مستشرقین کی آراء کو بغیر تحقیق کے جواز بناتا ہے۔ برنارڈ اگر تاریخِ اسلامی کی روایات کا بغور جائزہ لیتا تو اسے معلوم ہوتا کہ سیرت کی بنیادی کتب میں سنِ ولادت کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ احادیث صحیحہ پر مشتمل کتب میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت کا سال عام الفیل کو قرار دیا گیا ہے جو باختلاف روایت ۵۷۰ یا ۵۷۱ عیسوی تھا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام اور مستدرک حاکم میں موجود ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر اولین و بنیادی ماخذ "السیرۃ النبویۃ" جو سیرت ابن ہشام کے نام سے معروف ہے۔ ابنِ ہشام خاتم المرسلین نبی محتشم ﷺ کی ولادت باسعادت سے متعلق بیان کرتے ہیں:

> "عن محمد بن اِسحاق المطلبی قال: ولد رسول اللہ ﷺ یوم ثنین لا ثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل۔[16]

محمد بن اسحاق مطلبیؒ کہتے ہیں رسول خدا ﷺ پیر کے روز بارہویں ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔ جس سال کہ اصحابِ فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔

مؤرخین و سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ ولادتِ نبوی سوموار کے دن مکہ مکرمہ میں ابرہہ کے ناکام حملے کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ ولادتِ نبوی 580 عیسوی میں ہوئی ہے تو ان کی عمر نزول وحی کے وقت 30 سال کی ثابت ہوتی ہے اور یہ ان کی نبوت کے دعوے میں شک ڈالنے والی بات ہے نیز اس بات میں بھی یہ شک ڈالتی ہے کہ انبیا علیہم السلام کو بعثت چالیس سال کی عمر میں ملتی ہے۔

نسبِ نبی سے متعلق اعتراض کا جواب

رسول اکرم ﷺ کے نسب کے بارے میں برنارڈ لکھتا ہے:

> *"The Prophet seems have born in Mecca between AD 570 and 580 in the family of Banū Hāshim, a reputable family of Quraysh, though not one of the dominant oligarchy. Muhammad himself is said to have been brought up as an orphan in poor circumstances, probably by his grandfather"*[17]

ایسا لگتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ (570 عیسوی اور 580 عیسوی) کے درمیان مکہ میں قریش کے ایک معزز خاندان بنو ہاشم کے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، حالانکہ وہ غالب اقتدار میں سے ایک بھی نہیں تھے۔ محمد خود کہتے ہیں کہ انہیں شاید ان کے دادا نے برے حالات میں یتیم کی حیثیت سے پالا تھا۔

اس بیان میں برنارڈ اپنی بساط کے مطابق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور خاندان بنو ہاشم اور قبیلہ قریش کی اہمیت کو کم کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ برنارڈ کے مفروضے کے مطابق نبی ﷺ کا نسب خاص حیثیت کا حامل نہیں تھا جبکہ تاریخی شہادت موجود ہے کہ ابو سفیان نے (جب انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا) ہرقل روم کے دربار میں گفتگو کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے عالی نسب ہونے کا اعتراف کیا تھا۔ ہرقل نے سوال کیا تھا کہ:

كَيفَ نَسَبُهُ فِيكُمْ ؟ قُلْتُ: هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ [18]

اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔

برنارڈ لیوس کے شبہ کی تردید اور خاندان بنو ہاشم کی تعریف عصرِ حاضر کی مستشرق کیرن آرم سٹرانگ ان الفاظ میں بیان کرتی ہے:

> *"Muhammad was born into the clan of Hāshim, one of the most distinguished family groups in Mecca."* [19]

محمد ﷺ کا خاندان ہاشم میں پیدا ہوئے جو مکہ کے معزز خاندانوں میں سے ایک تھا۔

برنارڈ لیوس نسب نبی ﷺ سے متعلق ایک شبہ یوں وارد کرتا ہے اس کے مطابق:

> *"Little is known of the ancestry and early life of Muhammad, and even that little has dwindled steadily as the progress of modern scholarship has called one after another of the data of Muslim tradition into question."* [20]

محمد ﷺ کے نسب اور ابتدائی زندگی کے بارے میں بہت کم جانا جاتا ہے اور یہاں تک کہ اس کے متعلق معلومات میں بہت کم اضافہ ہوتا جا رہا ہے کیونکہ جدید علمیات کی یکے بعد دیگرے پیشرفت نے مسلم روایات کے اعداد و شمار کو بھی سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔

برنارڈ کی اس تحریر سے یہ نکتہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی مآخذ سے بے پرواہ ہو کر ایسا نکتہ نکالتا ہے جو بے بنیاد ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ دنیا کی واحد ایسی ہستی ہیں جن کی حیاتِ طیبہ کا لمحہ لمحہ،

گوشہ گوشہ محفوظ و مقید ہے۔ سیرت النبی کا اوّلین ماخذ تو خود کتاب اللہ ہے جو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا دائمی ثبوت ہے۔ نبی اکرم کی زندگی کے گوشوں کو کتب میں محفوظ کرنے کا مبارک سلسلہ اسی زمانے سے شروع ہو گیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تبع تابعین اور مختلف سیرت نگاروں کو سیرت نگاری کا شرف حاصل ہوا۔ اس حقیقت کا اعتراف عصرِ حاضر کے مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیوتھ نے 1905 میں آپ ﷺ کی سیرت پر تحریر کردہ کتاب Muhammad and the Rise of Islam میں لکھا ہے:

"حضرت محمد ﷺ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا اختتام ناممکن لیکن اس میں جگہ بنانا باعثِ شرف ہے۔"[21]

یہاں یہ بات بھی بیان کرنی مناسب ہو گی کہ عربی زبان کے بعد سیرتی ادب جس زبان میں سب سے زیادہ موجود ہے وہ اردو زبان ہے جس میں کم و بیش 7000 کے لگ بھگ کتب سیرت موجود ہیں جو خالصتاً رسول اکرم ﷺ کی سیرت سے تعلق رکھتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ معاش میں تذبذب

نبوت سے پہلے رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ معاش پر برنارڈ تذبذب کا شکار نظر آتا ہے۔ وہ ساری صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد تحریر کرتا ہے:

"Then he engaged in trade himself is probably, though not certain."[22]

آپ نے تجارتی عمل میں حصہ لیا، اس کا امکان موجود ہے لیکن یہ یقینی نہیں ہے۔

لیوس اپنے اس مفروضے کی بنیادی وجہ یوں بیان کرتا ہے:

"Mecca was a trading city and the frequent use of commercial metaphors and turns of phrase in Quran suggests some trading experience. The traditions … which tell off trading journeys to neighboring countries call for reserve. Certainly there is little evidence in Muhammad's teaching of acquaintances with them."[23]

مکہ مکرمہ ایک تجارتی شہر تھا اور قرآن مجید میں کثرت سے استعمال کیے گے استعاروں سے وہاں (کے لوگوں کا) کچھ تجارتی تجربہ (معلوم) ہوتا ہے۔ روایات سے پتا چلتا ہے کہ پڑوسی ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے۔ یقیناً، محمد کی تعلیمات میں ان ممالک سے وابستگی کے بہت کم شواہد ملتے ہیں۔

برنارڈلیوس کا یہ شبہ بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ اہل قریش کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد بھی تاجر تھے اور مختلف اشیائے خورد و نوش کی خرید و فروخت مکہ مکرمہ اور مکہ سے باہر بھی کرتے۔ اسماعیل بن علی القالیؒ لکھتے ہیں:

"كانت قريش تجارا وكانت تجارتهم لاتعدو مكة انما تقدم عليهم الاعاجم بالسلع فيشترونها منهم ثم يتبايعونها بينهم ويبيعونها على من حولهم من العرب"[24]

قریش مکہ تاجر تھے اور ان کی تجارت (ہاشم بن عبد مناف سے پہلے) مکہ سے باہر نہیں ہوتی تھی بلکہ عجمی تاجر، ان کے پس

مال تجارت لے کر آتے تھے وہ ان سے خرید لیتے تھے اور پھر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کرتے اور اپنے گردونواح میں عربوں کو بیچ دیتے۔

تاریخی روایات سے آپ ﷺ کی تجارت کے شواہد مندرجہ ذیل ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک روایت کے مطابق نوسال اور دوسری روایت کے مطابق بارہ سال کی عمر مبارک میں پہلا تجارتی سفر اپنے چچا ابوطالبؓ کے ہمراہ ملک شام کی طرف اختیار کیا۔[25]

رسول ﷺ نے سن بلوغت کے بعد کچھ عرصہ تک بکریاں چرائیں لیکن پھر آپ ﷺ نے اپنے آباؤاجداد کے پیشے تجارت ہی کو اختیار کیا اور مکہ میں تجارت کو پروان چڑھایا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کیا واقعی آپ ﷺ نے بکریاں چرائی تھیں؟ اور اگر چرائی تھیں تو وہ کس کی بکریاں تھیں؟ بعض روایات میں صراحت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں۔[26] کچھ دیگر سیرت نگاروں کا یہ ماننا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے چچا کی بکریاں چرائیں لیکن یہ موقف کمزور اس لئے کہ ایسی کوئی شہادت و روایت موجود نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ابن اسحاق کے مطابق رسول اکرم ﷺ بچپن میں اپنے دودھ شریک بہن بھائیوں حلیمہ سعدیہؓ کی بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر بچپن کے شق صدر کا واقعہ پیش آیا تھا۔[27] امام بخاری اور امام ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے خود ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ میں بکریاں (غنم) قراریط پر مکہ والوں کے لیے چرایا کرتا تھا۔[28] اس حدیث کی وضاحت اور اطلاق میں محدثین و محققین کے درمیان اختلاف ہے۔ شیخ سوید کی رائے ہے کہ آپ ﷺ ہر بکری ایک قیراط (سکے) کے عوض چرایا کرتے تھے یعنی مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چراتے تھے لیکن علامہ عینی شارح بخاری نے ابراہیم حربی اور ابن جوزی وغیرہ کی رائے کی بنا پر یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے اور وہ اجیاد نامی مقام کے قریب ہی ہے اس لیے آپ اجرت پر نہیں چراتے تھے اور اسی کو راجح قرار دیا۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس کے علاوہ نور النبراس کا حوالہ دے کر اس کے مفصل بیان ہونے اور راجح ہونے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ تشریح و تعبیر اور ترجیح صحیح نہیں معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اسے "کتاب الاجارۃ" کے تحت "باب رعی الغنم علی قراریط" میں اور امام ابن ماجہ نے اسے "کتاب التجارات" کے ضمن میں "باب الصناعات" میں نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ یہ خدمت اجرت پر انجام دیا کرتے تھے۔ اہل قلم واقف ہیں کہ امام بخاری کے تراجم ابواب فقہِ حدیث میں حرف آخر کا درجہ رکھتے ہیں۔[29] پھر لأھل مکۃ (اہل مکہ کے لیے) کا فقرہ مزید ثابت کرتا ہے کہ آپ اجرت پر یہ کام کیا کرتے تھے ورنہ مکہ والوں کے لیے بلااجرت خدمت انجام دینے کا مفہوم ہی غلط ہو جاتا ہے۔ دوسرے بہت سے علماء محققین نے اجرت پر بکریاں چرانے ہی کی تائید کی ہے اور اس ضمن میں مضبوط دلائل پیش کئے ہیں۔[30]

بہر حال آپ ﷺ کے احسن اخلاق، صداقت اور امانتداری کی بنا پر ہی مکہ کی مالدار خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ نے آپ ﷺ کو اپنا تجارتی مال ملک شام لے جا کر فروخت کرنے کی پیشکش کی جو آپ ﷺ نے قبول فرمائی۔ السیرۃ الحلبیۃ میں آپ ﷺ کی تجارت کا ذکر یوں کیا گیا:

"وکان ﷺ یتجر قبل النبوۃ قبل أن یتجر لخدیجۃ،وکان شریکا للسائب بن ابی السائب صیفی-ولما

قدم عليه السائب يوم فتح مكة قال له: مرحبا بأخي و شريكي،كان لا يداري ولا يماري "[31]

"رسول اللہ ﷺ قبل از نبوت اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے مال سے تجارت سے بھی پہلے، تجارت کیا کرتے تھے۔ آپؐ سائب بن ابی سائب صیفی کے شراکت دار تھے۔ اسی وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر جب سائب آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: خوش آمدید! میرے بھائی اور میرے شراکت دار، وہ ریاکاری اور جھگڑا نہیں کرتے تھے۔"

لیوس کے مطابق رسول ﷺ نے دولت اور مقام ومرتبہ مکہ کی مالدار خاتون خدیجہ بنتِ خویلدؓ سے منسلک ہونے کے بعد حاصل کیے۔ برنارڈ لکھتا ہے:

"He acquired wealth and position by marrying Khadija, the widow of rich merchant."[32]

انہوں نے دولت اور مقام ومرتبہ خدیجہ سے شادی کے بعد حاصل کیا جو امیر تاجر کی بیوہ تھیں۔

لیوس رسول ﷺ کی معاشی حالت سے متعلق خیال ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی معاشی حالت حضرت خدیجہؓ سے رشتہ ازدواج کے بعد بہتر ہوئی۔ برنارڈ دولت اور مقام ومرتبہ کو ایک بیانیے میں بیان کرتا ہے۔ درحقیقت رسول نے مال ودولت کے باوجود فقر وقناعت کی زندگی کو ترجیح دی اور تمام تر مال ودولت اسلام کے لیے وقف کر دیا۔

رسول اکرم ﷺ رشتہ ازدواج سے منسلک ہونے سے پہلے اپنے چچا ابو طالب کے ہاں رہائش پذیر تھے۔ آپ ﷺ کے چچا زیادہ مالدار نہ تھے اور اہل وعیال کا گزر بسر بھی مشکل سے ہوتا تھا۔ لہٰذا ابو طالب نے ایک دن آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں ایسا آدمی ہوں جس کے پاس آمدنی نہیں اور نہ ہی مال تجارت ہے جس سے نفع حاصل کر سکوں۔ خدیجہ بنتِ خویلدؓ اپنے قبیلے میں لوگوں کو مال تجارت دے کر بھیجتی ہیں۔ اگر آپ ﷺ ان کے پاس جا کر ان کا مال تجارت فروخت کرنے کی پیشکش کریں تو وہ ضرور آپ ﷺ کو دوسرے افراد پر ترجیح دیں گی اور معاوضہ بھی زیادہ عطا کریں گی'۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ صداقت وامانت سے بخوبی واقف تھیں جب آپ ﷺ نے انہیں مال فروخت کرنے کی پیشکش کی تو انہوں نے دوگنا معاوضہ کے ساتھ مال آپ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ ابن سعدؒ طبقات میں رسول ﷺ اور ان کے چچا ابوطالبؓ کے مابین گفتگو کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں:

"لما بلغ رسول الله ﷺ خمسا وعشرين سنة قال له ابو طالب : أنا رجل لا مال لي وقد اشتد الزمان علينا،وهذه عير قومك وقد حضر خروجها الى الشام ، وخديجة بنت خويلد تبعث رجالا من قومك في عيراتها ، فلو جئتها فعرضت نفسك عليها لاسرعت اليك ، وبلغ خديجة ما كان من محاورة عمه له ، فارسلت اليه في ذلك ، وقالت له : انا اعطيك ضعف ما اعطى رجلا من قومك"[33]

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس سال کو پہنچی تو آپ کے چچا ابو طالب نے آپ سے عرض کیا کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کے پس مال نہیں اور زمانہ بھی ہم پر سخت آگیا ہے۔ یہ تیری قوم (قریش) کا تجارتی قافلہ ہے جو ملک شام کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ خدیجہ بنت خویلدؓ اپنے قافلے میں لوگوں کو مال تجارت دے کر بھیجتی ہیں۔ اگر آپ ﷺ ان کے پاس جا کر اپنے آپ کو اس تجارت کے لیے پیش کریں تو وہ یقیناً آپ ﷺ کو تجارتی امور کے لئے منتخب کر لیں گی۔ حضرت

خدیجہؓ کو آپ ﷺ کے چچا کی آپ ﷺ کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا علم ہو گیا۔ لہٰذا انہوں نے آپ ﷺ کی طرف اس بارے میں پیغام بھیجا اور کہا میں آپؐ کو آپؐ کی قوم کے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت دوگنا معاوضہ عطا کروں گی۔

روایات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ کے چچا مالی طور پر کمزور تھے اور انہوں نے ہی آپ ﷺ کو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کا مال فروخت کرنے کی تجویز دی۔ برنارڈ لیوس کے مطابق رسول اکرم ﷺ کو مالی وسعت حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد حاصل ہوئی حالانکہ بعد از بعثت حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال دینِ اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔

بلاشبہ مالی اعتبار سے آپ ﷺ کے حالات زیادہ اچھے نہیں تھے، لیکن مقام و مرتبہ کی بات کی جائے تو برنارڈ کا شبہ مکمل طور پر بے بنیاد ہے۔ الخصائص الکبریٰ میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ ابن سعدؒ کی روایت نقل کرتے ہیں:

> "رسول اکرم ﷺ ایسی شان سے جوان ہوئے کہ آپ ﷺ مروت میں اپنی قوم سے افضل، اخلاق میں بلند، میل جول میں معزز، ہمسائیگی میں بہترین، حلم و امانت میں عظیم، اور گفتگو میں سچائی و پاکیزگی کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے۔ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو "امین" کا لقب دیا، جو آپ ﷺ کی ایمانداری اور اعتماد کی علامت ہے۔"[34]

خلاصہ بحث

مستشرقین چاہے قدیم العہد ہوں یا جدید العہد، انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر نقد ضرور کیا ہے۔ برنارڈ لیوس نے اگرچہ زیادہ کام اسلامی تاریخ و تہذیب پر کیا ہے لیکن اپنی کچھ کتب میں لیوس نے سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر سوالات اٹھائے ہیں۔ ان سوالات کے جوابات درج بالا سطور میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جوابات کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی بھی مبعوث نبی کی سیرت اور معاملات کا جائزہ لینے کے لئے انسان کا غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ نیز اس کے لئے معتبر اور مستند مآخذ سے استفادہ اور ان کی تفہیم بھی ضروری ہے۔ برنارڈ لیوس اگرچہ جدید مستشرقین میں ایک بڑا نام ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے لیوس کا قلم بھی اپنے سابقہ پیشروؤں کی نہج پر ہی رہا جنھوں نے غیر جانبداری کے بجائے مذہبی تعصب اور قومیت کے نقطہ نظر سے آقائے دو جہاں ﷺ اور اسلام پر تنقید کی۔ لیوس کی تحقیق میں غیر مسلم تاریخی ذرائع کا کافی استعمال کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اُن کی تشریح میں مغربی نقطہ نظر کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے۔ لیوس نے سیرت النبی ﷺ کے مثبت واخلاقی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اور صرف کمزور روایات اور اپنے پیشرو مستشرقین کے اعتراضات کو ایک نئے انداز میں بیان کرنے کی جانب توجہ مرکوز کی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

---

1 القرآن،9:33

2ڈاکٹر مازن صلاح مطبقانی، الاستشراق والاتجاہات الفکریۃ فی التاریخ الاسلامی، مکتبہ الفہد، ریاض:1416ھ

3Submitted by: Muhammad Samiullah under the supervision of Dr Muhammad Abdullah. Department of Islamic Studies, University of Punjab, Lahore 2005

4 ڈاکٹر محمد ارشد، مغرب اور اسلامی بنیاد پرستی، البلاغ پبلیکیشنز نئی دہلی، ۲۰۰۳

5 Kramer, Martin, "Bernard Lewis" in Encyclopedia of Historian and Historical writing, Fitzroy Dearborn London, 1999, Vol 1, P:719-720

6 Bernard Lewis, from http://wn.wikipedia,org/wiki/bernard Lewis, accessed on os,may,2021

7 Humphreys, Stephen.R, Bernard Lewis: An appreciation, Humanities, 1990, Vol II, P:17

8 Lewis, Bernard, The Jews of Islam, Princeton University press, Princeton, 1948, P:34

9 London, Oxford University Press,1992

10 Lewis, Bernard, The Arabs in history, Oxford university press, new yard, 1992, P: II

11 مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا فی التشریع السلامی، بیروت، المکتب الاسلامی، 1396ھ، ص190

12 Lewis,Bernard,The Arabs in History,London,Oxford University Press,1992, p:34

13 A. P. Caussin de Perceval, "Essai sur I'Histoire des Arabes Avant l'Islamisme" Paris, 1836, Vol.1, p 282.

14 Sprenger,Aloys,Das Leben und die Lehre des Mohammed,Berlin,1861,Vol 1,p:133

15 Lameness', H." L'age de Mahomet et la chorological de la Sīra "in journal Asitique.Series X, t 17, p: 209-250

16 ابن ہشام، محمد بن عبدالملک، سیرۃ ابن ہشام، القاھرہ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1375ھ، ج2، ص158-159

17 Lewis,Bernard,The Arabs in History,p:34

18 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح بخاری، کتاب بدءِ الوحی، رقم الحدیث: ۷

19 Armstrong, K. Muhammad: A prophet of our time, USA. Harper Collin Publishers, 2006, p.35

20 Lewis ,Bernard, The Arabs in History, P: 34

21 Margoliouth, D.S, Muhammad and the Rise of Islam, New York, The Knickerbocker press, 1905,p:12

22 Lewis, Bernard, The Arabs in History, p.35

23 Ibid

24 القالی، اسماعیل بن القاسم البغدادی، کتاب ذیل الامالی والنوادر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1906ء، ج1، ص199

25 ابن سعد، ابو عبداللہ محمد، الطبقات الکبری، ج1، ص97

26 مثلاً ابن سعد، ج1، ص126 کی ایک روایت، جو اس موضوع پر پانچویں ہے، یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ میں اپنے اہل کی بکریاں اجیاد میں چرایا کرتا تھا (...وبعثت وانا ارعی غنم اھلی بأجیاد) اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے مگر اہل سے مراد آپ کے اپنے اہل پہلے ہوتے ہیں۔ ابن اسحاق (اردو)، ص۵۔۷۴ اور ابن ہشام، اول، سے اپنی بکریاں چرانے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ ابن کثیر، اول، ص۲۵۲ میں "ونحن فی رعاء غنم اھلھا" ہے۔

27 ابن ہشام، ج1، ص166، ابن سعد، ج1، 125، ابن کثیر، ج1، ص227 میں ہے۔ "فی بھم لنا"...

28 بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، ابن ماجہ، سنن، کتاب التجارات، باب الصناعات، شبلی نعمانی، ج1، ص178-177، حاشیہ نمبر1۔ امام بخاری نے ایک روایت، کتاب بدء الخلق، باب یعکفون علی اصنام لھم میں بھی نقل کی ہے۔ جس سے یہی مفہوم

معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ مختصر ہے۔ مولانا مودودی، سیرت، ج2، ص101-102 اور نور محمد غفاری، مذکورہ بالا، ص ۳-۱۷ نے اجرت ہی پر آپ کے بکریاں چرانے کا ذکر کیا ہے اور اسی روایت کو دوسری روایات نقل کرنے کے باوجود ترجیح دی ہے۔ مولانا مودودی نے یہ بھی کہا ہے کہ ممالک کے جغرافیہ میں کسی مقام کا نام قراریط ہونا ثابت نہیں ہے۔" ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اردو ترجمہ، نذیر حق، نقوش، رسول نمبر، لاہور ۱۹۸۲ء، ص۵۱۹ نے کہا ہے کہ "وہ اپنے ایک ہمسایہ ابو معیط کی بھیڑیں چرانے لگے...اس کے علاوہ وہ اپنے چچا کے کپڑے وغیرہ کی دکان میں بھی ہاتھ بٹانے لگے اور بالآخران کی جگہ دکان داری ہی کرنے لگے..." مگر اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

29 عبدالسلام مبارک پوری، سیرۃ البخاری، اظہر بک ڈپو، دہلی، 1986ء، ص160، بخاری کے تراجم ابواب کی اس قدر اہمیت ہے کہ اس پر مستقل تصانیف لکھی گئیں۔ علامہ مبارک پوری نے پانچ ایسی کتابوں کے نام گنائے ہیں۔

30 مولانا مودودی، نور محمد غفاری کے حوالے اوپر حاشیہ نمبر 28 میں آچکے ہیں۔ صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص92

31 الحلبی، نور الدین علی بن ابراہیم، السیرۃ الحلبیۃ، ج1، ص198

Lewis, Bernard, The Arabs in History, p.3832

33 ابن سعد، ابو عبداللہ محمد، الطبقات الکبری، ج1، ص103-104

34 سیوطیؒ، جلال الدین، علامہ، الخائص الکبریٰ، دار الکتب الحدیثہ، قاہرہ، 1387ھ، ج1، ص455